© rasailojaraid.com

ہندوستان سے تعلق رکھنے والے چند تبع تابعین

جناب حافظ محمد نعیم صاحب ندوی۔ رفیق دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ۔

سرزمین ہندوستان آغاز اسلام ہی سے آفتاب نبوت کی کرنوں سے منور اور ہر عصر و عہد میں علماء، صوفیہ اور بزرگان دین ... کی بڑی تعداد سے معمور رہی ہے۔ مسلمانوں کے قدم عہد فاروقی ہی میں ہندوستان میں پڑ چکے تھے۔ اور پھر ائمہ و محدثین انفرادی و اجتماعی طور پر یہاں آتے رہے۔

اس ظلمت کدہ میں جن اکابر اسلام نے علم و عمل کی قندیلیں فروزاں کیں ان میں زمرۂ اتباع تابعین کی کئی اہم شخصیتوں کے نام بھی ملتے ہیں۔ اسرائیل بن موسیٰ تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے۔ ربیع بن صبیح ایک اسلامی فوج کے ہمراہ بحیثیت مجاہد یہاں وارد ہوئے اور ایک وبائی مرض میں مبتلا ہو کر اسی کی خاک کا پیوند ہوئے۔ ابو معشر نجیح سندھی الاصل تھے۔ لیکن سندھیوں اور مسلمانوں کی ایک جنگ میں گرفتار ہو کر حجاز پہنچے اور پھر اس طرح وہیں کے ہو رہے کہ ان پر عرب ہونے کا دھوکہ ہونے لگا۔

اگرچہ مذکورہ بالا تینوں اکابر کے ہندوستان میں علمی افادہ اور درس حدیث کا کوئی ظاہری ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔ تاہم اس عہد زریں کے عام اصول کے مطابق یہ ناممکن ہے کہ ان متحرک علمی درس گاہوں کے فیوض و برکات سے سرزمین ہند محروم رہی ہو۔ ان تینوں علماء کے حالات و سوانح طبقات و تراجم کی کتابوں میں بہت ہی کم ملتے ہیں۔ اسی بنا پر ان کے اوراق زندگی کے کتنے ہی روشن پہلو گوشہ خمول میں گم رہتے ہیں۔ بہرحال "علمی خزانے" سے جو کچھ مل سکا ہے

[redacted]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش خدمت ہے۔

ربیع بن صبیح

نام ونسب | نام ربیع اور والد کا نام صبیح تھا۔ کنیت ابو بکر و ابو حفص تھی۔ مگر زیادہ شہرت ابو حفص ہی کو حاصل ہے۔ قبیلہ بنو سعد بن زید کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اسی لئے ان کی طرف منسوب ہو کر سعدی کہلاتے ہیں[1]۔ مزید سلسلہ نسب کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

وطن اور ابتدائی حالات | ربیع بن صبیح کا اصلی وطن بصرہ تھا۔ انھوں نے جس عہد میں اپنے ہوش وخرد کی آنکھیں وا کیں۔ وہ اسلامی شان وشوکت اور علوم وفنون کی کثرت واشاعت کے اعتبار سے تاریخ کا عہد زریں کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ اس وقت ہر بستی اور ہر قریہ علماء وصلحاء سے معمور اور ان کی نوا سنجیوں سے پر شور تھا۔ ہر استاذ اور شیخ اپنی ذات سے ایک دار العلوم بنا ہوا تھا۔ جہاں شمع علم کے پروانے ہر چہار سمت سے آ کر اکٹھا ہو جاتے تھے۔

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں مرکز اسلام بصرہ کی سب سے بزرگ اور پر کشش شخصیت امام حسن بصری کی تھی۔ جنھوں نے عثمان وعلی، ابن عباس وابن عمر، انس بن مالک، جابر بن معاویہ، ابوموسی اشعری، معقل بن یسار، عمران بن حصین اور ابی بکرہ جیسے اجلہ صحابہ اور اساطین علوم نبوی کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا تھا۔ امام حسن بصری نہ صرف علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے بلکہ شجاعت وشہامت میں بھی یگانۂ زمن تھے اور ربیع بن صبیح ان دونوں کمالات میں اپنے بصری شیخ کا پرتو تھے۔

اساتذہ | ربیع بن صبیح نے امام حسن بصری سے خصوصی تلمذ رکھنے کے ساتھ دوسرے نادرۂ عصر شیوخ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان کے اساتذہ کی طویل فہرست میں کبار تابعین کے نام شامل

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ کچھ ممتاز اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حسن بصری، ابن سیرین، مجاہد بن جبیر، عطار بن ابی رباح[1] حمید الطویل، ابو الزبیر ابو غالب، ثابت البنانی[2]، یزید رقاشی، قیس بن سعد[3]

تلامذہ | خود امام ربیع کے چشمہ فیض سے جو تشنگان علم سیراب ہوئے ان میں اس عہد کے ہر علم و فن کے اساطین امت شامل ہیں۔ چند نام یہ ہیں۔

عبد اللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح، ابو داؤد الطیالسی، آدم بن ابی ایاس عاصم بن علی[4] سفیان ثوری، عبد الرحمن بن مہدی، ابو نعیم، ابو الولید الطیالسی[5]

فضائل و مناقب | ربیع بن صبیح زمرۂ اتباعِ تابعین میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی اور دوسرے محققین نے انہیں "محدث تابعی" بتایا ہے اغلباً یہ شبہ ان کی علمی جلالت اور بلندی شان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ورنہ فی الحقیقت کسی صحابی سے ان کا لقا ثابت نہیں ہے۔

تقریباً تمام ائمہ اور اہل فن نے ربیع کے علم و فضل اور اوصاف و کمالات کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو زرعہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:—

۱؎ خلاصہ تہذیب الکمال خزرجی ص ۱۱۵

۲؎ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۷

۳؎ کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۴۶۴

۴؎ تہذیب التہذیب ۳ ص ۲۴۷

۵؎ کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۴۶۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ صالح صدوق[1] — سچے اور نیک بزرگ تھے

امام شعبہ کا قول ہے:

ربیع سید من سادات المسلمین — امام ربیع مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے ایک ہیں

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

کان عابداً مجاھداً — وہ عابد اور مجاہد تھے

ابوحاتم کا بیان ہے:

رجل صالح والمبارک احب الی منہ — ربیع نیک انسان تھے۔ البتہ ان کے مقابلہ میں مبارک بن فضالہ مجھے زیادہ پسند تھے۔

ابوالولید کہتے ہیں:

ماتکلم احد فیہ الا ان ربیع فوقہ[2] — جس شخص نے بھی ربیع کے بارے میں کلام کیا ہے وہ اس سے بلند تر ہیں۔

بشر بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام شعبہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ فرما رہے تھے:

ان فی الربیع خصالا لا تکون فی الرجل واحد تہ منھا[3] — بلاشبہ ربیع بہت سی ایسی خوبیوں کے مالک ہیں جن میں کوئی ایک بھی دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔

ثقاہت | ائمہ دین کی کثیر تعداد نے امام ربیع کی ثقاہت وعدالت کی شہادت دی ہے۔ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اپنے والد سے ربیع بن صبیح کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا:-

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۸

[2] کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۴۶۴

[3] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۴۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا بأس بہ رجل صالح [۱] ان کے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نیک آدمی ہیں۔

ابن معین کا بیان ہے:

لیس بہ بأس ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں

امام ابن عدی کا قول ہے

لہ احادیث صالحۃ مستقیمۃ ولم اَرلہ حدیثاً منکراً وارجوانّہٗ لا بأس بہ ولا بروایاتہ [۲]

ان کی حدیثیں بالکل درست ہیں اور مجھے ان کی کسی منکر حدیث کا علم نہیں میرا خیال ہے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ربیع بن صبیح کی عدالت اور ثقاہت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ امام جرح وتعدیل عبدالرحمن بن مہدی بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ عمر بن علی کا قول ہے:

کان عبد الرحمٰن بن مھدی یحدث عن الربیع بن صبیح ۔

عبدالرحمن بن مہدی بھی امام ربیع بن صبیح سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

علامہ ذہبی نے بھی میزان میں ان سے روایت کی ہے [۳]

جرح ثقاہت کے بارے میں مذکورہ بالا تمام شہادتوں کے باوجود بعض علماء نے ان کے بارے میں نقد و جرح کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں، اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ان کی آخری زندگی مجاہدانہ سرگرمیوں اور غایت درجہ زہد و تقویٰ میں گذری اور انھوں نے بغیر تحقیق محض حسن ظن کی بنا پر ہر مرتبہ کے راویوں کو قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی بنا پر محدثین نے اصولِ روایت و درایت

---

[۱] خلاصہ تہذیب الکمال ص ۱۱۵

[۲] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۸

[۳] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۳۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جرح و تعدیل کی رو سے ان میں کچھ کمی محسوس کی۔ اور انہیں ربیع بن صبیح کے بارے میں تعدیل کے ساتھ جرح کی بھی گنجائش مل گئی۔ چنانچہ یحییٰ ابن المدینی فرماتے ہیں:

هو عندنا صالح وليس بالقوي

وہ ہمارے نزدیک نیک آدمی تھے مگر قوی نہیں تھے

امام شافعی کا بیان ہے:

كان الربيع بن صبيح رجلاً غزاء و إذا مدح الرجل بغير صناعته فقد دهض يعني دق[1]

ربیع بہت بڑے غازی تھے اور جب وہ فن حدیث سے غیر متعلق شخص کی تعریف کرتے تو اسے ختم ہی کر دیتے تھے۔

ابن حبان ان کے زہد و تقوی کو خراج تحسین پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

إن الحديث لم يكن من صناعته وكان يهم فيما يروي كثيراً حتى وقع في حديثه المناكير من حيث لا يشعر لا يعجبني الاحتجاج به إذا انفرد[2]

بلاشبہ حدیث ان کا فن نہ تھا۔ انہیں روایت حدیث میں وہم بہت زیادہ ہوتا تھا حتی کہ غیر شعوری طور پر ان کی روایت منکر ہو جاتی تھی۔ میں ان کے منفرد ہونے کی حالت میں ان کی روایت کو دلیل بنانا پسند نہیں کرتا۔

حاکم کا قول ہے۔ "ليس بالمتين عندهم[3]" وہ محققین کے نزدیک قوی نہیں تھے۔

ان کے علاوہ اور بھی دوسرے ائمہ نے ربیع بن صبیح پر نقد کیا ہے لیکن یہ سب کچھ ان کے فضل و کمال اور ثقاہت و عدالت کو تسلیم کرنے کے بعد ہے۔ اور جیسا کہ مذکور ہوا۔ روایت میں یہ تمام ضعف ربیع بن صبیح کے آخری عمر کے بعض مخصوص حالات کا نتیجہ تھا۔

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۴۶۵

[2] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۸

[3] کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۴۶۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبادت گذاری اور زہد وورع | کثرت عبادت، زہد وورع اور تضرع والحاح میں بھی ربیع منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ

كان من عباد اهل البصرة وزهادهم وكان يشبه بيته بالليل بيت النحل من كثرة التهجد [51]

ربیع بصرہ میں سب سے زیادہ عبادت گذار اور صاحب ورع تھے۔ کثرت تہجد کی بنا پر ان کا گھر شب میں شہد کی مکھی کا چھتہ بن جاتا تھا۔

عقیلی کہتے ہیں: "بصري سيد من سادات المسلمين" امام احمد، ابن شیبہ اور ابو حاتم انہیں "رجل صالح" کہتے ہیں۔ ابن حداش کا یہ قول اوپر گذر چکا ہے کہ

هو في هديه رجل صالح

ربیع اپنی سیرت میں نیک آدمی ہیں۔

بصرہ کے پہلے مصنف | اسلامی علوم وفنون کو جن ائمہ نے سینوں سے سفینوں میں منتقل کیا، ان میں ربیع بن صبیح کو شرف اولیت حاصل ہے۔ شیخ سبحان علی اور بعض دوسرے جدید محققین نے انہیں اسلام کی پہلی صاحب تصنیف شخصیت قرار دیا ہے۔ چنانچہ تذکرۂ علمائے ہند میں ہے،

گویند وے اول مصنفین در امت اسلامیہ است [52]

کہا جاتا ہے کہ وہ اسلام میں پہلے مصنف ہیں۔

مگر بعض دوسرے بیانات سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ خلیفہ چلپی نے لکھا ہے کہ ایک قول کے مطابق اسلام کی سب سے پہلی تصنیف "کتاب ابن جریج" ہے اور ایک دوسرے قول میں موطا امام مالکؒ کو اس شرف کا حامل قرار دیا گیا ہے۔

---

۵۱ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۸

۵۲ تذکرہ علمائے ہند ص ۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ دوسری صدی ہجری کے وسط میں علوم اسلامیہ کی تدوین کا کام شروع ہوا۔ اور ہر مقام کے ائمۂ فن اور اساتذۂ علم نے حدیث وغیرہ علوم کو کتابی شکل میں مرتب کیا اور اس طرح سرزمین بصرہ میں یہ شرف سب سے پہلے ربیع بن صبیح کو حاصل ہوا۔ علامہ ذہبی رقمطراز ہیں

قال الرامہرمزی اول من صنف وبوّب بالبصرۃ الربیع بن صبیح ثم سعید بن ابی عروبۃ وعاصم بن علی[1]

رامہرمزی کا قول ہے کہ بصرہ میں جس نے سب سے پہلے تصنیف وتالیف کا کام کیا وہ ربیع بن صبیح ہیں۔ اس کے بعد سعید بن ابی عروبہ اور پھر عاصم بن علی۔

حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں یہی لکھا ہے اور خلیفہ چلپی نے بھی تدوین حدیث کا ذکر کرتے ہوئے اسی کی تائید کی ہے۔ نیز حاجی خلیفہ کے بیان سے یہ بات بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی تصنیف تو کتاب ابن جریج یا مؤطا امام مالک ہے لیکن بصرہ میں سب سے پہلے مصنف ربیع بن صبیح ہیں۔ چنانچہ کشف الظنون میں ہے۔

وقیل اول من صنف وبوّب الربیع بن صبیح بالبصرۃ ثم انتشر جمع الحدیث و تدوینہ وتسطیرہ فی الأجزاء والکتب[2]

کہا جاتا ہے کہ بصرہ میں سب سے پہلے ربیع بن صبیح نے تصنیف وترتیب کا کام کیا۔ پھر احادیث کی تدوین اور کتابوں کی شکل میں ان کی اشاعت عام ہو گئی۔

شجاعت وبہادری ربیع بن صبیح اپنے لائق فخر استاذ حسن بصری کی طرح علم وفضل کے ساتھ شجاعت، مجاہدہ، اور اسلامی حمیت میں بھی منقود النظیر تھے۔ بصرہ کے قریب عبادان نامی ایک مقام ان کی علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ جہاں اس زمانہ میں اولیاء اللہ کی ایک بڑی جماعت عملی

---

[1] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۴۲

[2] کشف الظنون ج ۱ ص ۲۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا آباد کئے ہوئے تھی۔ ربیع بن صبیح کی عابدانہ حیثیت کے بارے میں امام شافعی کی شہادت گذر چکی کہ

کان ربیع بن صبیح رجلاً غزاءً[1] — ربیع بن صبیح بہت بڑے غازی تھے۔

علاوہ ازیں امام شعبہ نے شجاعت میں ان کے مرتبہ کو احنف بن قیس سے بلند تر قرار دیا ہے حضرت احنف بن قیس کی شخصیت وہ ہے جو اپنے زمانہ میں بہادری اور جوانمردی کے لئے ضرب المثل بن چکی تھی۔ انھوں نے اپنی شجاعت کے بہت سے نمایاں ثبوت دیئے تھے۔ ان کی اس جلالت مرتبت کے باوجود امام شعبہ کا قول ہے کہ

لقد بلغ الربیع مالم یبلغ الاحنف بن قیس یعنی فی الارتفاع[2] — ربیع کا مرتبہ احنف بن قیس سے بلند تر تھا۔

علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ ربیع بصرہ کے عوام سے چندہ وصول کرتے اور پھر رضاکاروں کو لے کر عبادان میں اسلامی سرحدوں کی حفاظت کی خدمت انجام دیا کرتے تھے۔

جمع مالاً من اھل البصرۃ فحصن بہ عبادان ورابط فیھا[3] — ربیع نے اہل بصرہ سے چندہ کرکے عبادان کی قلعہ بندی کی۔ اور اس کی مرابطت کی خدمت انجام دی

جنگ ہندوستان میں شرکت عہد بنی امیہ میں جب مہدی اورنگ خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے عرب تاجروں کی شکایت پر ہندوستان پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ اس جنگ کی تفصیلات طبری اور ابن کثیر وغیرہ مورخین نے اپنی کتابوں میں دی ہیں۔

خلیفہ مہدی نے عبدالملک بن شہاب کی قیادت میں ایک جنگی بیڑا آلات حرب اور اسلحوں

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۴۶۵

[2] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۴۴

[3] فتوح البلدان ص ۳۶۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے لیس کر کے ہندوستان روانہ کیا جو ۱۶ھ میں باربد (جو بھاڑ بھڑوت کی تعریب ہے) پہنچا بھار بھڑوت صوبہ گجرات میں ضلع بھڑوچ سے سات میل جنوب میں ایک کچی بندرگاہ تھی۔ اس فوج میں ایک ہزار رضاکار بھی شوق جہاد میں شریک تھے محققین کے بیان کے مطابق والنٹیرس کی اس کثیر جماعت کے افسر اعلیٰ ربیع بن صبیح تھے۔

بہرحال اس فوج نے بھاڑ بھڑوت پہنچنے کے دوسرے ہی دن جنگ شروع کر دی۔ گجراتیوں نے شہر میں گھس کر پھاٹک بند کر لئے۔ اسلامی فوج نے اس سختی سے شہر کا محاصرہ کر لیا کہ وہ لوگ عاجز آگئے۔ مجاہد اسلام نے بزور شہر میں داخل ہو کر گجراتیوں سے دو بدو جنگ کی اور بالآخر انہیں فتح و نصرت نصیب ہوئی۔ دشمنوں کے تمام آدمی کام آئے۔ اور مجاہدین میں سے کچھ زائد نے جام شہادت نوش کیا۔[1]

اس جنگ میں ربیع بن صبیح نے اپنے زیر قیادت رضاکاروں میں جہاد کا جوش اور ولولہ پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی جوش اور جذبۂ شہادت کا نتیجہ تھا کہ مجاہدین کے سیل رواں اور ان کے پرجوش حملوں کے سامنے آنے والی طاقت چور چور ہو گئی۔

<u>وفات</u> بھاڑ بھڑوت کی فتح کے بعد اسلامی فوج نے واپسی کے لئے رخت سفر باندھا لیکن اسی زمانہ میں سمندر میں طغیانی آگئی۔ اس لئے مجاہدین کی فوری واپسی ممکن نہ ہو سکی۔ اور انھیں سمندر پر سکون ہونے تک مجبوراً وہیں قیام کرنا پڑا۔ سوء اتفاق سے عین اسی وقت "حمام قر" نام کی ایک وبا پھوٹ پڑی۔ یہ مہلک مرض منہ میں ہوتا تھا۔ اور ایسا زہریلا تھا کہ جلد ہی موت کے آغوش میں پہنچا دیتا تھا۔ چنانچہ اس بیماری سے ایک ہزار مجاہدین لقمۂ اجل بن گئے۔

عام محققین کے بیان کے مطابق انہی شہید ہونے والوں میں ربیع بن صبیح بھی تھے۔[2]

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۵۳ و ابن اثیر ج ۶ ص ۳۱

[2] البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۱۳۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مورخین نے بالاتفاق اس وبا کے پھیلنے اور اس سے مرنے والوں کا ذکر سنہ ۱۶۰ھ کے واقعات میں کیا ہے۔ علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ربیع بن صبیح کی تدفین جزائر بحر الہند میں سے کسی جزیرہ میں ہوئی۔ چنانچہ طبقات میں ہے۔

خرج غازیاً الی الھند فمات فدفن فی جزیرۃ من الجزائر سنہ ۱۶۰ فی اول خلافۃ المھدی اخبرنی بذلک الشیخ من اھل البصرۃ کان معہ ۱	وہ ہندوستان غازی کی حیثیت سے آئے اور وہیں انتقال فرما کر سنہ ۱۶۰ھ میں مدفون ہوئے وہ مہدی کی خلافت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ یہ تفصیل مجھے بصرہ کے ایک شخص نے بتلائی جو جنگ میں ان کے ساتھ شریک تھا۔

اس روایت کا پایۂ استناد اس سے ظاہر ہے کہ علامہ ابن سعد نے بصرہ کے ایک ایسے شخص سے سنا ہے جو جنگ بھاڑبھوت میں ربیع کے دوش بدوش شریک تھا۔ اس نے اپنا چشم دید بیان دیا ہے۔ اسی بنا پر علامہ بلاذری نے بھی ابن سعد کے مذکورہ بالا بیان کی تائید کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

وکان خرج غازیاً الی الھند فی البحر فمات فدفن فی جزیرۃ من الجزائر فی سنۃ ستین ومائۃ ۲	سمندری راستے سے وہ جہاد کرنے ہندوستان آئے ۱۶۰ھ میں انتقال کر کے کسی جزیرہ میں دفن ہوئے۔

ان دونوں بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ربیع کی وفات بھاڑبھوت میں نہیں ہوئی۔ بلکہ وبا پھیلنے کے بعد وہ قریب کے کسی جزیرہ میں چلے گئے اور وہیں وفات و تدفین ہوئی۔ گو ربیع کی جائے وفات اور مدفن کی تعیین میں اختلاف ہے۔ تاہم یہ بات بہرحال مسلم

---

۱ طبقات ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۴۶

۲ فتوح البلدان ص ۳۶۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ ان کی وفات سنہ ۱۶۰ھ میں ہندوستان میں ہوئی۔ اور یہیں کہیں مدفون بھی ہوئے۔ والعلم عند اللہ۔

ابن عماد حنبلی رقمطراز ہیں:

وتوفی فی غزوۃ الھند فی الرجعۃ بالبحر الربیع بن صبیح البصری [1]

جنگ میں بحری راستے واپسی کے وقت سنہ ۱۶۰ھ میں ربیع کا انتقال ہوا۔

اولاد ربیع کی جسمانی یادگار میں دو صاحبزادوں اور ایک لڑکی کا ذکر ملتا ہے لڑکوں کے نام عبدہ بن ربیع بن صبیح اور سلمان بن ربیع ہندی ہیں۔ جو علم و فضل میں خود بھی بلند مرتبہ تھے[2] صاحبزادی کا نام معلوم نہیں ہے۔ لیکن ابو حاتم نے محدث اسحاق بن عباد کو ربیع کا نواسہ بتلایا ہے۔ اور انہیں "ابن ابنۃ ربیع" لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ربیع کی ایک لڑکی بھی تھی۔

اسرائیل بن موسیٰ بصری

امام ربیع کی طرح اسرائیل بن موسیٰ نے بھی سرزمین ہند کو اپنے ورود سے مشرف کیا تھا تاجر کی حیثیت سے ہندوستان میں ان کی آمد و رفت بکثرت رہتی تھی۔ اسی بنا پر "نزیل الھند" ان کا لقب ہی پڑ گیا تھا۔ رئیس التابعین امام حسن بصری سے خصوصی تلمذ حاصل تھا۔ افسوس ہے کہ تذکرہ نگاروں نے ان کے ساتھ بہت ہی کم اعتنا کیا ہے۔ اسی باعث طبقات و تراجم کی کتابوں میں ان کے حالات نہ ہونے کے برابر ملتے ہیں۔ اور جو ہیں بھی وہ انتہائی تشنہ و ناقص۔ بہر حال ہندوستان سے تعلق رکھنے والے اس بزرگ محدث کے بارے میں جو معلومات بہم پہنچ سکیں وہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

---

[1] شذرات الذہب ج ۱ ص
[2] کتاب الانساب للسمعانی ورق ۳۴۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نام ونسب | نام اسرائیل، اور ابوموسی کنیت تھی۔ والد کا نام موسی تھا۔ اس کے بعد کا سلسلہ نسب نامعلوم ہے۔ ان کی کنیت باپ کے نام پر ہے۔ حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔

ابوموسی ھی کنیۃ اسرائیل واسم ابیہ موسی فھو ممن وافقت کنیتہ اسم ابیہ [1]

ابوموسی اسرائیل کی کنیت ہے اور ان کے باپ کا نام موسی ہے۔ وہ ان لوگوں میں ہیں جن کی کنیت ان کے باپ کے نام پر ہے۔

متقدمین علماء میں ایسی متعدد شخصیتیں گذری ہیں جن کی کنیت ان کے باپ کے نام پر ہے علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں ان کی تفصیل دی ہے۔

وطن | عام تذکرہ نگاروں کے خیال کے مطابق اسرائیل بن موسیٰ کا وطن بصرہ ہے۔ اور اسی کی نسبت سے وہ بصری مشہور بھی ہوئے۔ لیکن دولابی نے یحیی بن معین کا ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اسرائیل کا آبائی مکان کوفہ تھا۔ بعد میں بصرہ جا کر سکونت اختیار کر لی۔ چنانچہ انکے الفاظ یہ ہیں:

ابوموسی اسرائیل الذی روی عنہ ابن عیینۃ کوفی نزل البصرۃ [2]

ابوموسی اسرائیل جن سے سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے کوفہ کے رہنے والے تھے اور بصرہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔

شیوخ | ابوموسی اسرائیل زمرۂ اتباع تابعین کا وہ گل سرسبد تھے جنھوں نے کبار تابعین کی صحبت اٹھائی تھی۔ ان کا عہد علمی وعملی حیثیت سے تاریخ اسلام کا ایک مثالی دور تھا۔ تمام اسلامی ممالک علماء وصلحاء سے معمور تھے۔ بالخصوص سرزمین بصرہ اس وقت کا ایک اہم علمی و دینی مرکز خیال کی جاتی تھی۔ امام حسن بصری اسی خطۂ علم پر اپنے فیض کا چشمہ جاری

---

[1] فتح الباری ج ۵ ص ۵۲

[2] کتاب الکنی دولابی ج ۲ ص ۱۳۴

[redacted]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کئے ہوئے تھے جس سے دور دراز ممالک کے تشنگانِ علم آ آکر سیراب ہوتے تھے۔ ابو موسیٰ اسرائیل نے بھی اسی شیخِ وقت کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اور ان کے دامن فیض سے کچھ اس طرح وابستہ ہوئے کہ زبان خلق نے "صاحب الحسن" کا تمغہ شہرت عطا کیا۔

حسن بصری کے علاوہ انہیں اور بھی بہت سے مشاہیر ائمہ اور کبار تابعین سے اکتسابِ علم کا موقعہ نصیب ہوا۔ جن میں امام وھب بن منبہ، ابو حازم اشجعی، محمد ابن سیرین کے اسمائے گرامی فائق و ممتاز ہیں[۱] ان میں سے ہر ہر فرد بجائے خود ایک دارالعلوم تھا۔ ان گنجہائے گرانمایہ سے ابو موسیٰ نے علم و فضل کا کس قدر وافر حصہ حاصل کیا ہوگا۔

تلامذہ | ابو موسیٰ مذکورہ بالا ماہرینِ فن اساتذہ کے خرمن کمال سے خوشہ چینی کرنے کے بعد خود بھی آسمان علم پر کوکب تاباں بن کر چمکے جس کی کرنوں نے دنیا کے مختلف خطوں کو منور کیا چنانچہ ہندوستان بھی اس دولت بے بہا سے محروم نہیں رہا۔

بصرہ جو کہ ان کا وطن اور اقامت گاہ تھا۔ وہاں بھی ان کے درس کی مجلسیں "قال اللہ وقال الرسول" کے دلنواز نغموں سے گونجتی رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ کوفہ اور مکہ میں بھی انھوں نے درس حدیث کے حلقے قائم کئے۔

کوفہ میں ان کے درس و افادہ کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ان کے تلمیذ رشید سفیان بن عیینہ نے فضائل امام حسن کی حدیث اپنے استاذ سے اسی جگہ سنی تھی۔ اس روایت میں جن سفیان کا نام آیا ہے حافظ ابن حجر نے اسے بتصریح سفیان بن عیینہ ہی قرار دیا ہے[۲]

---

۱ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۷، خلاصہ تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱ و نزہت الخواطر ج ۱ ص ۳۳ و تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۶۱

۲ فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح مکہ میں درسِ حدیث کے متعلق ابوموسی کے ایک دوسرے شاگرد حسین بن علی الجعفی کی یہ شہادت ملتی ہے کہ انھوں نے مکہ میں ابوموسی اسرائیل سے شرف ملاقات حاصل کرکے حدیث کا سماع کیا۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سے مقامات ایسے ہوں گے جہاں اس متحرک دارالعلوم کے نقوش و اثرات ثبت ہوں گے لیکن ان کا ذکر نہیں ملتا۔ بہرحال یہ حقیقت مسلم ہے کہ ابوموسی اسرائیل کے حلقہ درس سے جو بے شمار طالبان علم سند فراغ لے کر نکلے وہ آسمان علم و دانش پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔ جس کا اندازہ کرنے کے لئے درج ذیل چند اسمائے گرامی ہی کافی ہیں۔

سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحیی بن سعید القطان، حسین بن علی الجعفی [1]

ثقاہت و عدالت ان کے مرتبہ ثقاہت و عدالت پر تمام ماہرین فن بیک زبان متفق ہیں۔ اور اس پر کسی کو بھی کلام کی جرأت نہ ہوسکی۔ چنانچہ ابوحاتم اور یحیی بن معین نے بصراحت انہیں ثقہ قرار دیا ہے [2]۔ ابن معین ہی کا قول ہے

اسرائیل صاحب الحسن ثقۃ [3] امام حسن بصری کے شاگرد ثقہ ہیں۔

امام نسائی کا بیان ہے:

لیس بہ بأس [4] ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

نیز ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے [5]۔ مزید برآں ابوموسی اسرائیل کی ثقاہت کا ایک نمایاں ثبوت یہ بھی ہے کہ کتب حدیث کے جامعین اور ائمہ نے اپنی

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۱

[2] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۷ وخلاصہ تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۷

[3] الانساب للسمعانی ورق ۵۹۳ [4] و [5] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابوں میں ان سے روایت کی ہے۔ امام بخاری جیسے محتاط اور متشدد محدث نے بھی ان کے فضائل امام حسن والی روایت کو چار مختلف مقامات پر نقل کیا ہے[1] علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں پسندان سے روایت کی ہے[2]۔ اس کے علاوہ نسائی، ترمذی اور ابوداؤد نے بھی ان کی مرویات کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

باقی

---

[1] خلاصہ تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱ [2] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۷

زجاجۃ المصابیح

مؤلفہ حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ حنفی حیدرآبادی

کتاب زجاجۃ المصابیح مولانا نے پانچ ضخیم جلدوں میں مشکوٰۃ المصابیح کے اسلوب پر حنفی نقطۂ نظر کی پوری رعایت کے ساتھ احادیث نبوی کا یہ مستند ذخیرہ شائع کیا ہے۔ فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب اور احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مسائل کی وضاحت کے سلسلہ میں حواشی بھی نوٹ فرماتے ہیں احناف کے لئے احادیث کا یہ مجموعہ بے نظیر اور نادر تحفہ ہے کتاب عرصہ سے نایاب تھی۔ چند نسخے دستیاب ہو گئے ہیں۔ جلد طلب فرمائیے۔ قیمت کامل بلا جلد ساٹھ روپے

ندوۃ المصنفین دہلی :- ۱۹۷۰ء کی جدید مطبوعات حسب ذیل ہیں

۱۔ تفسیر مظہری اردو (نویں جلد)	قیمت مجلد ...۔۱۷
۲۔ حیات (مولانا) سید عبدالحیٔ	قیمت مجلد ...۔۱۱
۳۔ احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت	قیمت مجلد ...۔۹
۴۔ مآثر و معارف (از مولانا قاضی محمد اطہر مبارکپوری)	قیمت مجلد ...۔۱۰

© rasailojaraid.com